ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا سیرت نمبر منظر عام پر آ رہا ہے۔ بالخصوص جب سے وفاقی وزارت مذہبی امور کے زیر اہتمام قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس اور سیرت النبی ﷺ کی مختلف جہات نثر، نظم، کتب، مقالات، سیرت النبی ﷺ نمبروں کی سرپرستی کا سلسلہ شروع ہوا ہے، دن بدن اس موضوع کو ہر زاویہ سے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ہر قلم نعت کہنے کی آرزو کر رہا ہے اور وہ رسائل بھی نعت سے زیبائی لے رہے ہیں، جو نعت کے سائے سے بھی کتراتے تھے۔

تادم تحریر ایک اندازہ کے مطابق ۶۰۰ سے زائد سیرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نمبر متعارف ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی بہت سے باقی ہیں جو وقت کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں اور ان نگاہوں کے منتظر ہیں جو مٹی اور پتھروں میں رہنے والے ہیروں کو پہچان لیتے ہیں۔ ہماری یہ کاوش چھٹے سیرت النبی ﷺ نمبر کی صورت میں محض نشان راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ابھی بہت کام باقی ہے۔ نگاہ میں طلب، دل میں خلوص اور روح میں تڑپ مطلوب ہے۔

چاہت ہماری بعد فنا پھیل جائے گی   پھر تم پھرو گے چاک گریباں کئے ہوئے

اللہ تعالیٰ سے محبت کا بہترین ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ یہ تمام رسالے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل آویز مظہر ہیں۔ رسائل و مجلات کو مرتب کرنے والے ان میں لکھنے والے، اور انہیں طبع کرنے والے، طباعت میں تعاون کرنے والے، سبھی خاصانِ بارگاہ میں سے تھے کہ انہیں مالک حقیقی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت کی توفیق دی تھی۔

دہد حق عشقِ احمدؐ بندگانِ چیدۂ خود را   بہ خاصاں می دہد، شہہ، بادۂ نوشیدۂ خود را

گویا یہ ثنا خوانی، حکم خداوندی کی تعمیل کے ساتھ ساتھ اس غفور رحیم ذات کی خوشنودی کا سبب بھی ہے سوچتا ہوں کہ اگر یہ لوگ مدحت اور محبت کے یہ چمن آراستہ نہ کرتے تو مجھ ایسے بے مایہ انسان کو پھول چن چن کر گلدستہ بنانے کا شرف کیسے نصیب ہوتا؟ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی بے کراں رحمتوں سے نوازے اور بندہ کو دم محشر ثنا خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خنک سائے میں جگہ نصیب ہو۔ آمین

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول   اے کہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را

قارئین مجلّہ ''علوم اسلامیہ'' واقف ہیں الحمدللہ پچھلے پانچ سالوں میں دس خصوصی نمبر شائع ہو چکے ہیں، گیارہواں آپ کے ہاتھوں میں ہے ترتیب کے لحاظ سے یہ چھٹا سیرت النبی ﷺ نمبر ہے۔

۱۔ پہلا سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۰۵ء میں بعنوان ''مذہبی رواداری سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' ۴۶۸ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

۲۔ دوسرا سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۰۶ء میں ۵۹۲ صفحات پر شائع ہوا۔

۳۔ تیسرا سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۰۷ء میں بعنوان ''غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' ۷۴۰ صفحات پر شائع ہوا۔

۴۔ چوتھا سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۰۸ء میں ۶۲۴ صفحات پر شائع ہوا۔

۵۔ پانچواں سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۰۹ء میں بعنوان ''استحکام پاکستان کی بنیادیں سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' ۸۴۸ صفحات پر شائع ہوا۔

۶۔ چھٹا سیرت النبی ﷺ نمبر ۲۰۱۰ء بعنوان: ''اعتدال پسندی اور تبلیغ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ آخری نمبر ۲۳ جنوری ۲۰۱۰ء کو صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس (صوبہ سندھ) میں پیش کردہ اردو، عربی، انگریزی، سندھی مقالات پر مشتمل ہے۔ آج کے دور میں جب کہ کچھ لوگ امر بالمعروف اور تبلیغ کا فلسفہ جبر و طاقت سے وابستہ کر رہے ہیں جس سے فوائد کم نقصانات زیادہ سامنے آ رہے ہیں، ضرورت ہے ہم ردعمل کا شکار ہوئے بغیر صحیح زاویہ نظر و عمل کو اختیار کر لیں اور اسلام کی اعتدال پسندی پر مبنی تعلیمات کو پیش نظر رکھیں، طاقت و تلوار کے استعمال کے بجائے دعوت نبوی ﷺ کے منہج کو پیش نظر رکھیں، دشمن کے اہداف کو سمجھیں اور جبکہ دنیا اسلام کو سمجھنے کے لئے تیار ہے، اس موقع کو غنیمت سمجھیں، حکمت و دانش اور جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے فریضہ تبلیغ کو ادا کریں، خود اپنی اصلاح کریں اور معاشرہ کی بھی۔ ارشاد ربانی ہے: **لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها** یعنی انسان اتنا ہی مکلف ہے جتنا اس کی وسعت میں ہے اور ہر مسلمان اپنے دائرہ وسعت میں تبلیغی فرائض کو ادا کرنے کا پابند ہے۔ یاد رکھئے ہر دائرہ اسلام کا دائرہ ہے خواہ

امامت وخطابت ہو درس وتدریس ہو تصنیف وتالیف ہو۔ اس دائرہ کو تنگ کرنا انتہا پسندی ہے کسی ایک زاویہ ہی کو دین وتبلیغ سمجھنا یہ غلوفی الدین ہے۔

دعوت وتبلیغ کا فلسفہ تربیت ہے:

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی سعادت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح یعنی خود صالح بننا اور پھر دوسروں کو صالح بنانا یا خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال کر دینا جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں محض لازمی اور ذاتی نفع پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ اس کو متعدی بنایا گیا ہے۔

پھر اس صالح یا کامل بننے کی بنیاد بھی دو چیزوں پر ہے، علم نافع اور خلق عادل، علم تو راستہ دکھلاتا ہے اور اخلاق کی طاقت اس پر چلاتی ہے۔ جس سے فلاح کی منزل مقصود سامنے آجاتی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو راہِ حق نہیں کھل سکتی کہ اس پر چلنے کی نوبت آئے اور اگر اخلاق میں اعتدال نہ پیدا ہو جو عمل کی مخفی طاقت ہے، تو اس کھلی راہ پر چلنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ پس علم محض راہ ہے اور خلق محض رہروی کی طاقت ظاہر ہے کہ نہ محض راہ سے منزلِ مقصود آتی ہے نہ مطلقاً رفتار سے، بلکہ راہ اور رفتار پر چلنے کے اجتماع ہی میں وصول منزل کا راز پنہاں ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ صلاح کی حقیقت تحصیل علم اور تعدیل اخلاق ہے اسی سے اصلاح کی حقیقت بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ دوسروں کو صحیح علم پہنچانا اور ان کی اخلاقی حالت درست کرنا ہے، علم پہنچانے کو تعلیم اور تعدیل اخلاق کو تربیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اصلاح کی تمام حقیقت تعلیم وتربیت نکلتی ہے۔

اصلاح نفس کے حصول کا ذریعہ تو راہِ علم ہے لیکن اخلاق کی تربیت میں مجاہدہ وریاضت ہے، اور اصلاحِ غیر کا ذریعہ دعوت وارشاد اور تبلیغ وموعظت ہے، اس لئے تکمیل سعادت کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ خود عالم باعمل بن کر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کے ذریعے سے عالم وعامل بنایا جائے۔ انسان صلاح ورشد کے کتنے ہی اعلیٰ مقام پر کیوں نہ پہنچ جائے، جب تک وہ اپنی استطاعت کے مطابق یہ صلاح ورشد اپنے بھائیوں تک پہنچانے کا اہتمام نہ کرے اس وقت تک

وہ ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

یہی وجہ ہے اسلام نے جہاں اپنے پیروؤں کو خود ان کی ذاتی تہذیب و شائستگی کے لئے علم واخلاق اور اعتقادات واعمال کے ایک جامع پروگرام پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے وہیں ان کے لئے اس پروگرام کی تبلیغ ودعوت اور ارشاد وتلقین کا حکم محکم بھی صادر فرمایا ہے تاکہ ایک کے ذریعے دوسرا مہذب اور شائستہ بن سکے۔

اولاً سید الداعین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ثانیاً امت کے عام منصب یافتگان کو دعوت و تبلیغ الی اللہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ فعل دعوت الی اللہ جو صیغہ اُدع سے مفہوم ہو رہا ہے، چونکہ متعدی فعل ہے اس لئے اسے سب سے پہلے تو فاعل کی ضرورت ہے، جسے ''داعی'' کہا جائے گا پھر مفعول کی جسے ''مدعو'' کہیں گے، اور پھر اس چیز کی جس کی طرف دعوت دی جائے اسے ''مدعوالیہ'' کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ اس طرح اس صیغہ اُدع سے چار مقام پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تشریح سے ہی فی الحقیقت منصب دعوت وارشاد کی تشریح ہو سکتی ہے۔ دعوت، داعی، مدعی، مدعوالیہ، دعوت کا کلمہ اوع سے نکلا ہے تو ظاہر ہے کہ اُدع فعل ہے اور ہر فعل کے لئے ایک مادہ ضروری ہے جس سے وہ مشتق ہو اور بنایا جائے، ظاہر ہے کہ فعلِ اُدع کا یہ مادہ دعوت ہی ہے جس سے یہ صیغہ بنا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ فعل ہو اور اس کا مادہ اس میں نہ ہو کہ فعل تو اس مادہ کی محض ایک صورت ہوتا ہے، اگر مادہ نہ ہو تو صورت کس چیز پر کھینچی جائے، اس لئے کلمہ اُدع سے دعوت کا نکلنا محض فنی قواعد پر ہی مبنی نہیں بلکہ عقلاً بھی ضروری ہے اور جب فعل دعوت آیت کی عبارت سے ثابت ہے تو داعی، مدعوالیہ کا ثبوت قدرتی طور پر خود بخود ہو جاتا ہے کہ کوئی داعی بغیر اپنے مخاطب مدعو کے داعی نہیں کہلایا جا سکتا۔

دعوت الی اللہ کا خطاب حق تعالیٰ کی طرف سے اوّلاً حضور ﷺ کو ہے اس لئے بدلیل تخاطب اس دعوت کے داعی اوّل (بنص آیت) حضور ﷺ ہونگے اور پھر امت کے وہ تمام منصب داران دعوت وتبلیغ جو آپؐ کے نقش قدم پر چل رہے ہوں۔

آپ کی دعوت کسی خاص قوم یا قبیلہ کے لئے نہیں تھی، بلکہ ساری انسانیت کے لئے

ہے، ارشاد ربانی ہے:

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ الیکم جمیعاً (سورہ الاعراف، آیت ۵۸)

یعنی نبوت سارے عالم کے لئے عام ہے مدعو ساری امتیں ہوں گی اور وہ سب بلحاظ دعوتِ عامہ آپ ہی کی امت کہلائیں گی، اس لئے اصطلاحی الفاظ میں زمانہ محمدی کی تمام اقوام و ملل کے مجموعہ کو امت محمدیہ وامت دعوت کہا جاتا ہے۔

۱۔ دعوتی پروگرام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مدعوین تک پہنچنے کی صلاحیت ہو۔

۲۔ دعوت کی خوبی یہ ہے کہ وہ مدعو اور مخاطب کے مناسب حال ہو۔

۳۔ داعی کی خوبی یہ ہے کہ اس کا علمی اور اخلاقی معیار بلند ہو۔

۴۔ جسے دعوت دی جا رہی ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں قبول حق کا جذبہ موجزن ہو۔

فروغ اسلام کے اسباب وذرائع:

اسلام دنیا میں کس طرح پھیلا؟ مستشرقین نے الزام لگایا کہ تلوار کے ذریعہ پھیلا کسی نے کہا صوفیاء کے ذریعہ پھیلا کسی نے کہا مسلمان ایک سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں اس لئے مسلمان زیادہ ہو گئے جتنے منہ اتنی باتیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے فروغ میں بنیادی نکتہ اس کی حقانیت اور نصرت الٰہی ہے، البتہ مختلف ایام وحالات میں مختلف ظاہری عوامل اس کے فروغ کا سبب بنے ہیں، جس میں سے کچھ اسباب ذیل میں زیر بحث آئیں گے، اور کچھ اسباب مجلہ کے مقالات میں زیر بحث آئے ہیں۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں ہر مسلمان مبلغ ہے، یہاں عیسائی مشنریز کی طرح نہ تو ادارے بنے ہیں نہ آئین بنا ہے، نہ فنڈ ہے، اسلام میں اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی پوپ کا تصور موجود نہیں ہے، ہر انسان از خود کلمہ پڑھ کر بغیر کسی مولوی کی مدد کے مسلمان بن سکتا ہے۔ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر سکتا ہے تنہائی میں اپنے رب سے گناہ بخشوا سکتا ہے، اولاد کو کسی سے بپتسمہ لوانے کی ضرورت نہیں انتقال ہو جائے تو بغیر کسی مولوی کے از خود جنازہ اور کفن دفن کیا جا سکتا ہے

حتیٰ کہ ان تمام امور زندگی اور عبادات کو مساجد میں جائے بغیر بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

اسلام میں ہر عاقل بالغ جملہ امور کا مکلف ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، یہی وجہ ہے مردوں کی طرح خواتین بھی مبلغہ ہوتی ہیں اور خواتین کے ذریعہ بہت سے مرد و خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ تبلیغی جماعت میں مردوں کی طرح خواتین کی جماعتیں بھی تبلیغ کے لئے نکلتی ہیں۔

تبلیغ خفیہ بھی کی جاتی ہے اور علی الاعلان بھی عہد نبوی ﷺ سے آج تک دونوں طریقے زمانہ و حالات کی مناسبت سے جاری ہیں۔

تبلیغ زبان و عمل کے ساتھ جدید میڈیا کے ذرائع اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیوی، آڈیو، ویڈیو انٹرنیٹ اور ویب سائٹ وغیرہ کے ذریعہ کی جاتی ہے اور اسی طرح تبلیغ کا ذریعہ تصنیف و تالیف بھی ہے۔

۱۔ اسلامی تعلیمات: اسلام کے فروغ کا بنیادی سبب اس کی بنیادی تعلیمات ہیں جس کا پہلا بنیادی نکتہ مساوات ہے، یعنی ہر مسلم خواہ مرد ہو یا عورت گورا ہو یا کالا، غریب ہو یا امیر سب برابر ہیں، فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

دوسرا نکتہ سادگی ہے، یعنی اسلام کے بنیادی ارکان بہت سادہ ہیں بنیادی عقائد بہت سادہ ہیں عیسائیت کی طرح تین میں ایک یا ایک میں تین کی طرح کوئی فلسفیانہ عقیدہ نہیں ہے، جو شخص مسلمان ہوتا ہے، وہ اسلام لانے کے بعد سوائے حقوق العباد کی ادائیگی کے تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، اس کا ماضی قابل ملامت نہیں رہتا، جیسے وحشی کا آپ ﷺ کے چچا کو قتل کرنے کا عمل یا خالد بن ولیدؓ کی جانب سے غزوہ احد میں مسلمانوں کو شکست دینا یا ابوسفیان کا حملہ آور ہونا اسلام قبول کرنے کے بعد قابل ملامت نہیں رہا۔

اس طرح انسان کو نئی زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے، اور پچھلے گناہوں پر ضمیر بوجھل نہیں رہتا۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اسلام کے احکامات سادہ اور عقل کے مطابق ہیں۔

چوتھا نکتہ عبادات کی سادگی ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایسے امور ہیں جن کا منظر دیکھ کر بہت سے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔

۲۔ عبادات میں نظم: مساوات، یکجہتی اور ایثار و قربانی متاثر کن ہے چند سال قبل کی بات ہے ایک غیر مسلم ملک کی ''حج'' کوریج کے لئے آنے والی ٹیم کے ایک ممبر اس منظر کو فلماتے ہوئے مسلمان ہو گئے، اسلام میں کوئی کام مخفی نہیں، ظاہر و باطن یکساں ہے اس مذہب پر عمل کرنا بھی آسان ہے۔

۳۔ جہاد: اس میں کوئی شک نہیں فروغ اسلام کا ایک سبب جہاد بھی ہے، لیکن جہاد میں مذہبی جبر نہیں ورنہ کوئی مغلوب فرد یا قوم غیر مسلم نہیں رہتی، بلکہ جہاد تو شیطانی قوتوں کو شکست دینے کے لئے ہے، قرآن کریم نے جہاد کی حلت بیان کرتے ہوئے کہا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کمزوروں اور مظلوموں کے دفاع کے لئے نہیں لڑتے یہ کمزور یہودی بھی ہو سکتے ہیں، عیسائی بھی، ہندو بھی ہو سکتے ہیں اور مسلمان بھی، گویا جہاد لوگوں کو زبردستی اسلام میں لانے کے لئے نہیں ہے، بلکہ اسلام لانے کے لئے ان کو آزاد فضا و ماحول میسر کرتا ہے۔ افریقہ کی بربر قوم کو جہاد کے ذریعہ مسخر کیا گیا لیکن وہ بہت سرکش قوم تھی متعدد مرتبہ مرتد ہوئی پھر دائرہ اسلام میں آئی آج مسلمانوں کے ہراول دستہ میں شامل ہے۔

٤۔ سیاحت و هجرت: بہت سے افراد نے اسلام کو فروغ دینے کے لئے آبائی علاقے چھوڑ کر اجنبی علاقوں کا رخ کیا، مختصر اور طویل وقت وہاں گزارا شادیاں کیں، مقامی زبانیں سیکھیں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، چین میں ایک شخص کو گرفتار کیا گیا اور بادشاہ کے سامنے اس الزام کے ساتھ پیش کیا گیا کہ دس سال سے چین کے ایک شہر سے دوسرے شہر گھومتا رہا ہے اور مقامی و اجنبی زبان میں کتابیں لکھتا رہا ہے، یہ مسلم سیاح لوگوں میں اسلام کو فروغ دے رہا تھا۔

اسی طرح ہجرت کبھی معاش کے حصول کے لئے کبھی شادی کے لئے اور کبھی اپنے مذہب کو بچانے کے لئے کی گئی اور مسلمان مہاجر جس شہر میں جا کر آباد ہوئے وہیں اسلام کے

فروغ کا سبب بن گئے، خود حج بھی مختصر ہجرت و سیاحت ہے، حاجی جس جس علاقہ سے گزرتے تھے، لوگوں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔

۵۔ بچوں کی کفالت: فروغ اسلام کا ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان غیر مسلم بچوں کو اپنی زیر کفالت لے لیا کرتے اور اسلام کے مطابق ان کی تربیت کرتے تھے، چین اور بنگلہ دیش میں یہ رواج رہا ہے کہ قحط سالی اور آفات میں مسلمان غیر مسلم والدین سے ان کے بچوں کو خرید لیتے یا گود لے لیتے، پھر ان کی اسلام کے مطابق تربیت کیا کرتے تھے یا کسی عام تباہی میں بچنے والے یتیم بچوں کو اپنی زیر کفالت لے لیتے تھے۔اس لئے کہ یتیم کی کفالت و تربیت کا بہت اجر و ثواب ہے۔

٦۔ علماء کرام: علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء کے مقاصد بعثت میں تبلیغ شامل ہے۔ علماء علوم انبیاء کے ترجمان اور وارث ہیں، جنہوں نے تقریر تصنیف تدریس ہر زاویے سے اسلام کو فروغ دیا ہے۔

۷۔ صوفیاء کرام: صوفیاء کرام میں بھی بے شمار علماء تھے جنہوں نے لوگوں کی ظاہری اصلاح کے ساتھ روحانی و باطنی اصلاح پر توجہ دی اور ریاضت و مجاہدات کے ذریعہ روحانیت کو طاقت ور کیا، برصغیر جہاں بدھ مت و ہندو مت کا رواج تھا اور یہ مذاہب روحانیت کے علمبردار تھے، ان کا روحانیت و کرامات سے جواب دے کر اسلام کو فروغ دیا اور ان قوتوں کو اسلام کے آگے جھکایا۔

۸۔ حکمراں: حکومت عوام پر اثر انداز ہونے کا اہم ذریعہ ہے، مسلمانوں نے جہاں اپنی حکومت قائم کی وہاں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی، غیر مسلموں نے آزاد ماحول میں غور و خوض کیا اور دائرہ اسلام میں آ گئے۔

۹۔ غلاموں کی آزادی: اسلام نے غلامی کو عالمی قوانین و رواج کے تحت قبول کیا تھا، لیکن غلامی کو پسند نہیں کیا، بلکہ غلاموں کو آزاد کرنے کے فضائل بیان کئے اور غلامی کے خاتمہ کے لئے مختلف احکام دیئے، مسلمانوں کی ملکیت میں رہنے والے غلام مرد و خواتین اسلام